حضرت خواجہ معین الدین

چیشتی اجمیری

رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ

ترائن کی پہلی لڑائی میں شہاب الدین غوری کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور خود زخمی ہو کر غزنی واپس لوٹ گیا۔ اسے اس کا شدید غم و قلق تھا۔ وہ انتقام کی آگ میں جلنے لگا اور تہیہ کر لیا کہ جب تک وہ غنیم کو شرمناک شکست نہ دے لے گا محل سرا میں بستر کی بجائے فرش خاکی پر سوئے گا۔ اس نے افواج جمع کرنا شروع کر دیں۔ بظاہر اسے اپنی فتح کے امکانات بہت کم نظر آتے تھے لیکن ہندوستان میں مختلف راجاؤں کے مابین پھوٹ و ناچاقی کی وجہ سے اسے کامیابی و کامرانی کی کرن نظر آتی تھی۔

شہاب الدین غوری زمین پر محو خواب تھا۔ کمرے میں ہلکی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اتنے میں حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ اس کی خواب میں آئے اور فرمایا۔

" شہاب الدین ! اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہندوستان کی بادشاہت تمہیں عطا کر دی

ہے۔ اس طرف فوراً توجہ دو اور پرتھوی راج کو گرفتار کر کے اسے سزا دو۔"

خواب دیکھنے کے فوراً بعد شہاب الدین غوری اٹھ بیٹھا اور غور کرنے لگا۔ اس مبارک خواب نے اس کے حوصلے بلند کر دیئے تھے۔ دوسرے دن صبح اس نے خراسان کے علماء و فضلاء سے خواب کی تعبیر دریافت کی تو سب نے یہی کہا کہ مژدہ فتح ہے۔ اس کے بعد شہاب الدین نے بڑی تندہی اور نئے ولولے کے ساتھ لشکر کو ترتیب دینا شروع کر دیا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی المعروف غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کو پرتھوی راج پسند نہ کرتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے ملازمین و خدام اور اکثر لوگ آپ کے پاس جائیں۔ وہ اس میں اپنے راج پاٹ کے لئے خطرہ محسوس کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے شہر میں اعلان کرادیا کہ جو شخص حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کے پاس جائے گا اسے قتل کر دیا جائے گا اور اس کا گھر بار لٹوا دیا جائے گا۔ اس اعلان کے باوجود لوگ آپ کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔ تو اس نے ایک دن کی مہلت پر آپ کو اجمیر سے چلے جانے کا حکم دیا۔ آپ نے پرتھوی راج کو کہلا بھیجا کہ ہم تو جاتے ہیں لیکن تم کو بھی نکالنے والا عنقریب آجائے گا۔

اجمیر سے رخصت ہونے کے بعد پشاور میں چند یوم قیام فرمانے کے بعد آپ غزنی میں جلوہ افروز ہوئے اور پھر شہاب الدین غوری کے لشکر کے ہمراہ پشاور تک تشریف لائے۔ وہاں سے آپ براستہ لاہور دہلی روانہ ہوئے اور پرتھوی راج کو شکست فاش دینے کے بعد شہاب الدین غوری آپ کی قدم بوسی کے لئے اجمیر کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت مغرب کا وقت تھا۔ دور سے اللہ اکبر کی صدائے دلنواز سنائی دی۔ جب وہ وہاں پہنچا تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ اختتام صلوٰۃ کے بعد شہاب الدین غوری نے دیکھا کہ جن بزرگ کی اقتداء میں نماز ادا کی ہے وہ وہی ہیں جنہوں نے خواب میں آکر ہندوستان کی بادشاہی کا مژدہ سنایا تھا تو قدموں سے لپٹ کر رونے لگا۔ پھر حلقہ ارادت میں شمولیت کے لئے درخواست کی۔ چنانچہ

آپ نے اسے اپنے مریدین کی صف میں شامل کر لیا۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ ۵۳۰ ہجری میں اصفہان کے محلہ سنجر میں تولد ہوئے۔ اسی مناسبت سے آپ سنجری کہلانے لگے۔ آپ کے والد گرامی کا نام خواجہ غیاث الدین تھا۔ آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد امجاد سے تھے اور آپ کا شمار مشہور مشائخ میں ہوتا تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی بی بی ام الودع تھا۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ آپس میں خالہ زاد بھائی تھے۔ آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ جب معین الدین میرے شکم میں تھا تو بڑے اچھے خواب دیکھتی تھیں اور گھر میں بڑی خیر و برکت تھی۔ والدین نے آپ کا نام معین الدین رکھا۔ آپ کے والد پیار سے آپ کو حسن کہہ کر بلاتے تھے۔ لیکن اکثریت آپ کو غریب نواز کے نام نامی سے جانتی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی برگزیدہ ہستیوں کے انداز بچپن سے ہی عام بچوں سے جداگانہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا کتب اس بات پر شاہد ہیں کہ حضرت خواجہ معین الدین سنجری چشتی رحمتہ اللہ علیہ بچپن میں اپنے ہمعصروں کے ساتھ کھیل کود میں شریک نہ ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ عید کے موقع پر اچھا لباس زیب تن کئے عیدگاہ تشریف لے جارہے تھے کہ ایک اندھے لڑکے پر نظر پڑی جس کا لباس بوسیدہ اور پھٹا ہوا تھا۔ آپ کو بڑا رنج ہوا اسے نئے کپڑے پہنائے اور نماز کے لئے ساتھ لے گئے۔

ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والد گرامی سے حاصل کی جو خود مشہور عالم تھے۔ نو سال کی عمر میں حفظ قرآن کی سعادت نصیب ہوئی۔ بعدازاں سنجر کے مکتب میں تفسیر و حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ ابھی آپ کی عمر پندرہ سال کی بھی نہ ہوئی تھی کہ والد بزرگوار اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ترکہ میں آپ کو ایک باغ اور پن چکی ملی جس سے آپ گزر اوقات فرماتے تھے۔

اوائل عمری سے ہی آپ کا میلان فقراء و اصفیاء اور درویشوں کی طرف

تھا۔ اولیاء اللہ کی محافل میں آپ کو بڑا سکون و طمانیت کی دولت میسر آتی تھی۔ یہ سلسلہ چلتا رہا جہاں کسی درویش کے بارے میں پتہ چلتا اس کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ ایک دن باغ کو سیراب کر رہے تھے کہ اسی اثناء میں ابراہیم قندوزی نامی مجذوب آیا۔ آپ خود اس کی جانب متوجہ ہوئے' خاطر مدارات اور خدمت گزاری میں کسر نہ اٹھا رکھی اور نہایت ادب و انکساری سے انگوروں کا ایک خوشہ پیش خدمت کیا۔ مجذوب نے آپ کی طرف غور سے دیکھا۔ کشف سے یہ چیز اس پر واضح ہو گئی تھی کہ جو لڑکا اس کے سامنے کھڑا ہے اپنے وقت کا ہندالولی' غریب نواز' سیدالعابدین' تاج العاشقین اور قدوۃ الاولیاء ہے جس سے ایک دنیا فیض یاب و مستفید ہو گی اور تقرب اللہ حاصل کرے گی۔ اس پر یہ بھی اجاگر ہو گیا کہ اللہ کے اس ولی کو پیر و مرشد کی تلاش ہے جو اسے سلوک کی منازل طے کرائے اور معرفت حق کا سبق دے۔ اس مجذوب نے اپنے دامن سے ایک روکھا سوکھا ٹکڑا نکالا اسے چبا کر حضرت معین الدین رحمتہ اللہ علیہ کو دیا۔ اس کے کھاتے ہی آپ کی زندگی میں انقلاب عظیم آگیا۔ حجابات جو اللہ اور بندے کے درمیان سب سے بڑی رکاوٹ ہیں اٹھنے لگے۔ دنیا کی محبت دل سے علیحدہ ہو گئی۔ آپ نے باغ اور پن چکی فروخت کر کے سارا روپیہ اللہ کی راہ میں غرباء و مساکین اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا اور خود حق کی تلاش میں چل پڑے۔

آپ خراساں سے ہوتے ہوئے سمرقند و بخارا پہنچے' جہاں آپ نے مزید تحصیل علم کیا۔ وہاں سے عراق اور پھر بغداد تشریف لے گئے جہاں حضرت غوث الاعظم حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ مرد مقتدائے روزگار ہے۔ بے شمار لوگ اس کی وجہ سے منزل مقصود حاصل کریں گے۔ بغداد سے حرمین شریف اور پھر ہارون پہنچے۔ یہاں آپ نے حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ اڑھائی سال اپنے پیر طریقت کی

خدمت میں رہ کر وہ منازل طے کیں جس سے انسان کو اللہ کا تقرب حاصل ہوتا ہے۔ اس دوران میں بے شمار مجاہدہ و ریاضت کی اور پھر خرقہ خلافت سے مستفید ہوئے۔ آپ کا سلسلہ بیعت پندرہ واسطوں سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

مرشد سے اجازت ملنے کے بعد آپ مختلف ممالک میں تشریف لے گئے جہاں مختلف اولیاء اللہ سے ملاقات کی اور مزارات پر حاضری دی۔ اثنائے سفر آپ ملک شام کے نزدیک ایک شہر میں پہنچے وہاں ایک بزرگ جن کا نام عبدالواحد غزنوی تھا ایک غار میں مقیم تھے۔ بہت لاغر و ضعیف تھے۔ ان کی زیارت کو گئے تو دو شیر ان کے سامنے سر جھکائے کھڑے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں ان کو دیکھ کر رک گیا جب بزرگ کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا۔

"معین الدین! چلے آؤ اگر کسی کو ضرر پہنچانے کا قصد و ارادہ نہ ہو تو وہ بھی تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔ جو اللہ سے ڈرتا ہے سب اس سے ڈرتے ہیں۔"

ایک مرتبہ آپ کرمان کی ولایت میں شیخ احد الدین کرمانی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ سفر کر رہے تھے کہ ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان سے ان کی لاغری و ضعف کی وجہ دریافت کی تو بولے۔

"ایک مرتبہ میرا چند اصحاب کے ہمراہ ایک قبرستان سے گزر ہوا۔ ہم ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے۔ اتفاق سے کوئی ہنسی کی بات ہوئی تو ہم سب کھل کھلا کر ہنس پڑے۔ معاً اس قبر سے آواز آئی "اے غافل! جسے یہ مقام قبر درپیش ہو، ملک الموت جیسا حریف ہو، زیر خاک جس کے مونس سانپ اور بچھو ہوں، اس کو ہنسی سے کیا کام۔" جب میں نے سنا تو فوراً اٹھ بیٹھا۔ دوستوں کو رخصت کیا اور اس جگہ آکر مقیم ہو گیا۔ آج تک اس واقعہ کی ہیبت سے پگھل رہا ہوں اور چالیس سال سے بوجہ شرمندگی سوئے آسمان نہیں دیکھا۔

الغرض مختلف مشاہدات کرتے ہوئے آپ ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت سن ہجری ۵۵۷ تھا اور آپ کی عمر ۲۷ سال تھی۔ لاہور میں آپ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر معتکف ہوئے اور بوقت رخصتی یہ شعر پڑھا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

اور پھر بغداد کی طرف چل پڑے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے مرید باصفا سے بڑی محبت تھی چنانچہ اس سے ملنے کے لئے چل پڑے۔ بغداد میں ورود کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے اور مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور بیعت تقرب یا بیعت ثانی سے مشرف ہوئے اور پھر بیس سال تک اپنے پیر کے ہمراہ سفرو سیاحت میں مصروف رہے۔ خدمت گزاری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ مرشد کا بستر اور توشہ سر مبارک پر اٹھا کر ہمرکاب رہتے۔ اس حال پر حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نفس سب کچھ قبول کر لیتا ہے خدمت کو نہیں لیکن جب وہ اس پر آمادہ ہو جاتا ہے تو پھر اس کو جو پھل پھول لگتے ہیں ان کا ثانی نہیں ہوتا لہذا مرید کے خلوص و عقیدت و خدمت و محبت کے پیش نظر مرشد نے وہ نعمت عطا فرمائی جس کی کوئی حد نہ تھی۔ چنانچہ جب آپ بغداد میں مرشد سے الگ ہوئے تو اس وقت آپ کی عمر باون سال تھی اس موقعہ پر مرشد نے آپ کو خلافت جانشینی اور تبرکات مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم جو خواجگان چشت میں سلسلہ بہ سلسلہ چلے آرہے تھے عطا فرمائے۔

مرشد سے علیحدگی کے بعد آپ حتی الامکان آبادی سے دور اور کنج تنہائی میں رہنا پسند کرتے تھے۔ زیادہ تر گورستان میں قیام فرماتے لیکن جس جگہ آپ کی آمد کی شہرت ہو جاتی تو وہاں سے خاموشی کے ساتھ چلے جاتے تھے۔ حضرت خواجہ

قطب الدین بختار کاکی رحمتہ اللہ علیہ حضرت شیخ محمود اصفہانی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کرنا چاہتے تھے لیکن یہ بات قدرت کو منظور نہ تھی۔ اصفہان میں آمد کے بعد حضرت بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے اور پھر آپ مع حضرت قطب صاحب خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے چل پڑے۔

آپ ۵۸۳ ہجری میں مکہ مکرمہ پہنچے۔ فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ ہر طرف عشق و عرفان کی دولت لٹ رہی تھی جو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر خدمت ہوا ہے جھولی بھر کر لوٹا ہے لہٰذا آپ پر بھی بے انتہا کرم ہوا اور پھر آپ واپس اجمیر تشریف لے گئے۔

آپ کا ارادہ شادی کرنے کا نہ تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں آکر ارشاد فرمایا۔

" اے معین الدین ! تو ہمارے دین کا معین ہے تجھے ہماری سنت ترک نہیں کرنی چاہیے۔"

ایک دن آپ کو دربار رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مژدہ جانفزا سنایا گیا۔

" اے معین ! ولایت ہندوستان تمہیں عطا کی جاتی ہے۔ وہاں کفر و ضلالت کی تاریکیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ اجمیر جا تیری موجودگی سے اسلام رونق پذیر ہو گا۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سنتے ہی رخت سفر باندھا اور اجمیر کی طرف چل پڑے۔

اجمیر شہر سے باہر ایک مقام پر درختوں کے جھنڈوں کے سایوں میں قیام فرمانا چاہا تو راجہ پرتھوی کے ملازمین نے یہ کہہ کر آپ کو وہاں قیام کرنے نہ دیا کہ یہ راجہ کے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔

"اچھا اونٹ بیٹھتے ہیں تو بیٹھیں۔"

آپ نے اپنی زبان درفشاں سے فرمایا اور اناساگر کے کنارے جا کر ڈیرے ڈالے۔

حسب معمول راجہ کے اونٹ آئے اور بیٹھے لیکن اس کے بعد اٹھائے بھی نہ اٹھتے تھے۔ ساربان سخت متعجب و حیران ہوا۔ سارا ماجرا راجہ کے گوش گزار کیا۔ اس نے ساربان سے کہا وہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ سے طالب معافی ہو۔ جب معافی مل گئی تو اونٹ کھڑے ہو گئے۔ یہ کرامت دیکھ کر سادھو رام اور اجے پال مسلمان ہو گئے اور ان کی درخواست پر آپ لب جھالرہ آکر مقیم ہوئے اور یہ وہی جگہ ہے جہاں آج کل آپ کا مزار پاک ہے۔

شوق قدم بوسی حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کو کشاں کشاں ہندوستان لے آیا۔ دہلی سے مرشد کی خدمت میں عریضہ لکھا تو جواباً آپ نے فرمایا کہ دہلی کی ولایت تمہارے سپرد ہے تم وہیں رہو۔ ہم خود وہاں آئیں گے، چنانچہ آپ کی آمد کی خبر آن واحد میں دہلی پھیل گئی۔ سلطان التمش امراء و خواص کے ہمراہ زیارت کے لئے آیا۔ عوام کا بھی تانتا بندھ گیا۔ آپ نے بھی جی بھر کر فیوض و برکات لٹائے۔

ایک دفعہ راجہ کی لڑکی جنگ میں گرفتار ہو کر آئی۔ آپ نے اس کا نام امتہ اللہ رکھا اور اس سے نکاح فرمایا۔ جس سے خواجہ فخرالدین رحمتہ اللہ علیہ خواجہ حسام الدین اور بی بی حافظ جمال پیدا ہوئیں۔

سید وجیہہ الدین مشہدی رحمتہ اللہ علیہ کو اپنی بیٹی بی بی عصمت کی شادی کی فکر تھی ایک رات خواب میں حضرت امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے اور فرمایا۔

"اے فرزند! رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ اس لڑکی کا نکاح خواجہ معین الدین کے ساتھ کر دو۔"

اگرچہ آپ سن رسیدہ تھے لیکن آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے پیش نظر حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ نے بی بی عصمت سے دوسری شادی کر لی۔ جس سے ۶۲۰ ہجری میں شیخ ابوسعید رحمتہ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔

۶ رجب المرجب ۶۲۷ ہجری دو شنبہ کے دن بعد از نماز عشاء آپ حجرے میں تشریف لے گئے۔ دروازہ بند کر لیا' رات کے آخری حصے میں اندر سے صدائے وجد آنا بند ہو گئی۔ صبح کی نماز کے وقت جب حجرے کا دروازہ نہ کھلا تو تشویش ہوئی۔ دروازہ توڑ کر اندر گئے تو آپ سفر آخرت پر روانہ ہو چکے تھے اور آپ کی جبیں مقدس پر یہ الفاظ رقم تھے۔

"وہ خدا کا حبیب تھا اور اس کی محبت میں انتقال کیا۔"

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں اللہ تعالٰی کے علاوہ کسی اور سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ غفلت کا لبادہ اتار دینا چاہیے۔ موت کو یاد رکھنا چاہیے۔ اس سے انسان کئی گناہوں سے بچا رہتا ہے۔ ہمیں خدمت کو اپنا شعار بنانا چاہیے۔ میزان میں اس سے زیادہ وزنی اور کوئی چیز نہ ہو گی۔ یاد رکھنا چاہیے کہ خدمت کی قضا نہیں ہے۔